فراق گورکھپوری

اردو ہندی کی آویزش

فراق گورکھپوری جتنے بڑے شاعر ہیں اتنے ہی بڑے حق گو بھی ہیں :

کہتے ہیں وہی بات سمجھتے ہیں جسے حق
یہ زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکے قند!

ہندوستان میں جو لوگ اب تک اردو کی تائید و حمایت، اختلاف و نفرین کے جذبے سے بے پروا ہوکر کیے جا رہے ہیں ان میں فراق صاحب مخصوص اور منفرد حیثیت کے حامل ہیں۔

فراق صاحب کا یہ مضمون "ہندوستان ٹائمز" دہلی میں چھپا تھا جو اپنی افادیت اور اہمیت کے اعتبار سے مستحق ہے کہ اس کا تمام و کمال ترجمہ پیش کیا جائے تاکہ نہ صرف موصوف کے خیالات واضح طور پر معلوم ہوسکیں بلکہ یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس وقت ہندوستان میں اردو اور ہندی کی آویزش کس مرحلے پر ہے اور اس کے کیا اثرات و نتائج رونما ہو رہے ہیں۔

(ایڈیٹر)

اُردو کی حمایت میں چند سال قبل میرا ایک مضمون جس کا عنوان " Urdu without Prejudice " تھا، 'ہندوستان ٹائمز' میں چھپا تھا۔ اس مضمون پر چاروں طرف سے بڑی لے دے ہوئی۔ تقریباً چار سال کی طویل خاموشی کے بعد میں نے ایک بار پھر دانستہ یہ ستم کیا کہ اسی اخبار میں " ہندی علاقے میں ثقافتی بحران " کے موضوع پر دو اور مقالے شائع کرا دیے۔ اس پر بھی میری

خوب خبر لی گئی۔ نیتاؤں کی بہت سی قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں اب تک "معلم سیاست دانوں" کو نہایت خطرناک سمجھا جاتا رہا ہے۔ کیونکہ لوگوں کا خیال ہے کہ طلبا میں سر پھرے خیالات پیدا کرنے والے یہی سیاست داں اساتذہ ہیں۔ یہ استاد نیتا ہی کیا کم تھے کہ حال ہی میں سیاست دانوں کی برادری میں "لسانی نیتاؤں" کا اضافہ ہوگیا۔ ان کی ساری سیاست" زبان "کے گرد گھومتی ہے۔ ہندی کو نقصان پہنچانے میں دورِ جدید کے ادق نگار ہندی ادیبوں نے بھی کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ہے۔ ان کی عنایتوں سے ہندی ٹھیٹھ گنوار زبان بن کر رہ گئی ہے۔ رہی سہی کسر لسانی نیتاؤں نے پوری کردی ہے۔ جن کا نعرہ ہے "ٹھیک یا غلط جیسی بھی ہو ہندی ہو۔"

میں نے اپنے مذکورہ مقالوں میں اس بات پر زور دیا تھا کہ کھڑی بولی بطور زبان استعمال کرنے کے لیے ستھرا ذوق بہت ضروری ہے۔ میں کوئی لسانی نیتا نہیں ہوں۔ میری زندگی کے پچاس سال زبان و ادب کے مطالعہ میں گذرے ہیں۔ اور جہاں تک ہندی زبان کا تعلق ہے میں ہندی کے قدیم مسلمان اور ہندو اساتذہ مثلاً کبیر، سورداس، تلسی داس، میرابائی، رحیم اور رس خاں کی ہندی کو نہایت پسندیدگی اور احترام کی نظر سے دیکھتا ہوں۔ لیکن موجودہ دور کے ہندی ادیبوں اور شاعروں کی ہندی انشائے عالیہ کے ان اصولوں کا خون کر دیتی ہے جو میں نے اب تک سیکھے ہیں اور جن کے مطالعہ نے میرے اندر اچھے ادب سے متاثر ہونے کا ایک لطیف احساس پیدا کر دیا ہے۔ جب میں دورِ جدید کے ہندی ادیبوں اور شاعروں مثلاً پنڈت نرالا، پرشاد، مہادیوی، میتھلی شرن گپت کی تصانیف پڑھتا ہوں تو میرے اس احساس پر چوٹ لگتی ہے۔ میرا دل ان کی ہندی پسند کرنے پر مائل نہیں ہوتا۔ اب آپ ہی بتایئے میں کیا کروں؟

کھڑی بولی کو میرؔ، غالبؔ، انیسؔ، چکبستؔ، اقبالؔ اور اردو کے دوسرے بے شمار اساتذہ فن نے نکھارا اور سنوارا۔ لیکن ادبی جنون فطری، گنوارپن اور غلط پروپیگنڈے کو کیا کہا جائے جس نے بدقسمت عوام کے ذہن میں یہ بات بٹھا دی ہے کہ اردو شعراء کی مقبولیت کی وجہ ان کے کلام میں غیر ہندی عناصر اور عربی، فارسی الفاظ و تراکیب کی بھرمار ہے۔

اور لوگ یہ بھول گئے کہ اردو ادب کا سارا وہ حصہ جو تاثیر و مقبولیت میں اپنی مثال آپ ہے ہندی الفاظ و محاورات ہی سے مرکب ہے، اُردو زبان اور اُس کے ہمہ گیر ادب میں ہندی کے جتنے الفاظ، محاورات اور رنگا رنگ کی ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں - ہمارے آج کل کے ہندی کے کویوں اور لیکھکوں نے ان کا عشر عشیر بھی استعمال نہیں کیا ہے۔

میں ہندی کے حامیوں کو چیلنج کرتا ہوں وہ میرے دعوے کو غلط ثابت کر دکھائیں۔ اور مجھے بتائیں کہ موجودہ نام نہاد "کھڑی بولی ہندی" میں کتنے خالص ہندی الفاظ، فقرے محاورے اور ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں۔

آج تو یہ حالت ہے کہ ہندی میں چن چن کر سنسکرت الفاظ ٹھونسے جا رہے ہیں، اور جو ہندی الفاظ رہ گئے ہیں انھیں بس "اچھوتوں" کی طرح برداشت کیا جا رہا ہے۔ ہندی خود ہندی سے خائف نظر آتی ہے۔ پنڈت مدن موہن مالویہ نے کیا خوب فرمایا تھا کہ آج کی ہندی "تیلی" ہندی ہے۔ ان کا مطلب یہ تھا کہ ہندی کے پانی میں سنسکرت الفاظ کا تیل حل نہیں ہو سکتا۔ پنڈت بال کشن بھٹ نے بھی نہایت بے خوفی سے یہ اعلان کیا تھا کہ ہزاروں عربی اور فارسی ترکیبیں ہندی کے ساتھ پوری طرح مدغم ہو جانے کی صلاحیت رکھتی ہیں لیکن سنسکرت الفاظ میں یہ صلاحیت مفقود ہے۔

جب آپ پنڈت مالویہ اور پنڈت بھٹ کو ہندی دشمن نہیں کہہ سکتے تو آخر میرے اوپر عتاب کیوں۔ مجھے ہندی دشمن کیوں قرار دیا جاتا ہے۔

جدید ہندی کا دعوٰے ہے کہ میں ہندی علاقہ کی رانی ہوں۔ اردو کا جواب ہے کہ ہندی علاقہ کی جنتا ہوں۔ ہندی علاقے کی ساری آبادی کی زبان ہندی دنفی سنسکرت، اور دو تین ہزار عربی، فارسی الفاظ سے مرکب ہے۔

ہندی کی برج بھاشائی شکل تو بجا طور پر یہ دعوٰے کر سکتی ہے کہ برج بھاشا کے ہزاروں مصرعے کروڑوں لوگوں کے کانوں میں آج بھی رس گھول رہے ہیں۔ یہی دعوٰے اودھی، بھوجپوری

بیسواری، پنجابی اور اردو زبان بھی کر سکتی ہے۔ لیکن کیا میتھلی شرن گپت، پنت، نرالا، پرشاد یا جدید دور کی نام نہاد "کھڑی بولی ہندی" کا کوئی اور شاعر یہ دعوے کر سکتا ہے۔

بھارتندو ہریش چندر نے ایک بار جدید ہندی میں نظم لکھنے کی کوشش کی۔ جب وہ نظم مکمل کر چکے تو اس کو دیکھ کر انھوں نے بے دریغ یہ کہہ دیا کہ کھڑی بولی ہندی میں شعر کی زبان بننے کی قطعاً صلاحیت نہیں ہے۔

ہندی کی جن اچھائیوں کو لے کر اس کا اتنا ڈھنڈورہ پیٹا جا رہا ہے۔ وہ حقیقتاً اس میں موجود نہیں۔ ڈاکٹر سینتی کمار چٹرجی ایک ممتاز ماہر لسانیات ہیں۔ انھوں نے اپنی عمر کا ایک بہت بڑا حصہ سادہ اور واقعتاً کار آمد ہندی کے پرچار میں گذارا ہے۔ الہ آباد یونیورسٹی میں اپنی ایک تقریر میں انھوں نے کہا کہ ناگری رسم خط ایک بہت ہی بھدا اور ناکارہ خط ہے۔ اور یہ کہ اگر ہندی کو رومن رسم خط میں سکھایا اور پڑھایا جائے تو یہ زیادہ آسانی سے اور کم وقت میں سیکھی جا سکتی ہے۔ انھوں نے اپنے اس دعوے کے جواز میں اعداد و شمار بھی پیش کیے۔ خود سبھاش چندر بوس نے کانگریس کے اجلاس میں اپنی تقریر میں کہا تھا کہ ہندی کو عام فہم بنایا جائے اور اس کے لیے رومن رسم الخط اختیار کیا جائے۔ ناگری رسم خط میں اتنی ہی عبارت لکھنے میں دگنی محنت اور وقت صرف ہوتا ہے جتنی کہ انگریزی میں اس کے آدھے وقت میں لکھی جا سکتی ہے۔ الہ آباد یونیورسٹی میں میرا اپنا تجربہ ہے کہ ایک مقررہ وقت میں انگریزی رسم خط میں دو ہزار الفاظ کے نوٹس لکھنا طالب علموں کے لیے کچھ مشکل نہ تھا، لیکن ہندی میں اس کے آدھے الفاظ لکھنے کے بعد ہی طالب علموں کی انگلیاں، کلائیاں اور دماغ بری طرح تھک جاتے تھے۔ شاید اسی لیے آئین بنانے والوں نے ناگری ہندسوں کو کل ہند استعمال کے لیے ناقص قرار دیدیا تھا۔ اور باوجود شدید مخالفت کے انگریزی ہندسوں کو اختیار کیا۔

کیا یہ ایمانداری کی بات ہے کہ کھڑی بولی کے ارتقار کی تاریخ بتانے وقت ہم اپنے بچوں کو یہ بات نہ بتائیں کہ للولال اور ان کے تابعین اور بھارتندو ہریش چندر کی پیدائش بلکہ

ہندی تحریک اور ہندی نیتاؤں کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے ہی کھڑی بولی میں ایک زبردست ادب جنم لے چکا تھا۔ اور یہ ادب وہی اردو ادب ہے جو دو سو سال سے زیادہ سے پھل پھول رہا ہے۔ کیا اس حقیقت سے چشم پوشی کرنا تعلیمی نقطۂ نظر سے مہلک نہیں ہے؟

تعلیمی نقطۂ نظر سے ہر قسم کے احساسِ خوف سے زیادہ تاریخی حقائق سے خوف کا احساس اور چشم پوشی انتہائی مضرت رساں چیز ہے اور میرے خیال میں ہندی کے تمام دیو استے اسی احساسِ خوف کا شکار ہیں۔ اپنے بچوں کو ریاستی زبان کی حیثیت سے کھڑی بولی کی تعلیم دے کر ہم نے ایک بہت بڑا جرم کیا ہے۔ اور اپنے کروڑوں بچوں کو کھڑی بولی کے اس حسن اور تاثیر سے بیگانہ رکھا ہے جو میرؔ، غالبؔ، نظیرؔ اکبر آبادی اور اردو نظم و نثر کے بے شمار اساتذہ کی استعمال کی ہوئی کھڑی بولی میں پایا جاتا ہے۔ ہمارے ہندی کھڑی بولی کے ادیب اردو کھڑی بولی کے ادیبوں کی خاک پا کو بھی نہیں پا سکتے۔ ہم اپنے بچوں کو کھڑی بولی کی بہترین شکل (اردو) اور اس کے ارتقار کی تاریخ سے ناواقف رکھ کر علم کی بجائے جہالت دے رہے ہیں۔

ہم اپنے بچوں کو شیکسپیئر کے اس قول کے مطابق کہ اپنی چیز پھر بھی اپنی ہے، کھڑی بولی ہندی کی انتہائی فرسودہ اور بھدے طرز پر لکھی ہوئی چیزیں پڑھا رہے ہیں۔ اور اسی میں خوش ہیں۔

کیا ہم ہندوستانی تاریخ کی کسی ایسی کتاب کو مکمل اور مستند تاریخی کتاب کہہ سکتے ہیں جس میں مسلم اور برطانوی حکومت کے بارے میں کچھ نہ بتایا گیا ہو؟

مجھے یہ بات کہنے میں کوئی باک نہیں کہ ہندوستان کے یہ عظیم شہنشاہ اور مدبّر اور فلسفی، اور صوفی اور فن کار اور ادیب ہندوستانی تاریخ کے اتنے ہی اہم عناصر ہیں جتنے کہ بڑے بڑے ہندو اور بدھ بادشاہ۔

میں ایک بار پھر کہوں گا کہ اردو کے صحیح اور بھرپور مطالعے کے بغیر کھڑی بولی کا مناسب علم نہیں ہو سکتا۔

آخر میں میں اتمامِ حجت کے طور پر چند باتیں عرض کر کے اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

۱۔ ہندی کی فلاح اور اس کی ترقی کا راز اردو اور ہندی کے مکمل انضمام میں مضمر ہے لیکن لسانی انضمام ایک فن ہے۔ اور اگر ہم ہندی اور اردو کے اس ملن کو واقعی کارآمد بنانا چاہتے ہیں تو ہم کو اس میں توازن برقرار رکھنا ہوگا۔ شروعات اس طرح کی جا سکتی ہے کہ ناگری رسم خط سیکھنا ہندی علاقے کے ہر طالب علم کے لیے لازمی کر دیا جائے۔ نصابی کتابوں میں نظم نہایت صحت کے ساتھ ناگری رسم خط میں لکھی جائے اور رفتہ رفتہ ہندی زبان میں تمام اردو ادب کو ناگری رسم خط میں منتقل کر دیا جائے۔ فارسی رسم الخط میں اردو نظم و نثر کے مطالعہ کو اختیاری مضمون بنا دیا جائے۔

۲۔ جس ہندی کو ہم ذریعہ تعلیم بنائیں وہ نہایت آسان اور ستھری ہو۔ اور ناگری رسم خط میں فنی اصطلاحات اگر سنسکرت کی ہوں تو کوئی حرج نہیں۔ لیکن ان اصطلاحات کو عام فہم اور لچکدار بنانے کے لیے قواعد کی مبالغہ آمیز حد تک پابندی نہ کی جائے۔

۳۔ کم از کم دس فیصدی طلبہ کی اختیاری مضمون کی حیثیت سے فارسی رسم خط میں اردو کے مطالعے کے لیے ہمت افزائی کی جائے۔

۴۔ ہندی میں سنسکرت الفاظ کی بے تحاشا بھرمار کے عمل کو ختم کیا جائے، اور اس کو ایک ایسی متوازن زبان بنایا جائے جس میں "ہندی" عنصر ہی زیادہ ہو۔

۵۔ ہندی میں سے تقریباً دو ہزار ایسے عام فہم عربی فارسی الفاظ کو جو اب ہندی میں پوری طرح جذب ہو گئے ہیں خارج نہ کیا جائے اور ان کے اصل تلفظ کو برقرار رکھا جائے۔

۶۔ میتھلی شرن گپت، نرالا وغیرہ کی ہندی کو پڑھ کر مجھے متلی ہونے لگتی ہے اس کی وجہ یہ نہیں کہ میں ہندی کا دشمن ہوں بلکہ مجھے آنے والی ان نسلوں کا خیال ہے جن سے ہمارے ملک کی امیدیں وابستہ ہیں۔ ان کے لیے جو زبان بنائی جائے اس میں لسانی نیتاؤں کا ہاتھ نہ ہو بلکہ ماہرین تعلیمات یہ کام انجام دیں۔ جو ذوق سلیم اور ستھرے پن کی قدر و قیمت سے واقف ہوتے ہیں۔

۷۔ میرا ایمان ہے کہ ہندی اسی وقت پنپ سکتی ہے اگر اردو کے اساتذہ اس کو لکھنے لگیں کیونکہ

یہی لوگ کھڑی بولی کے ماہر ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ ہندی کے تمام مصنفین انگریزی سے اتنے ہی واقف ہیں جتنے کہ مہاتما گاندھی یا دوسرے انگریزی دان ہندوستانی ہیں۔ اردو کا علم ہندوالوں کو کھڑی بولی کی کلید عطا کرے گا۔ انگریزی کا علم ان کو خیالات اور علوم وفنون کا بے پایاں ذخیرہ دے گا۔

۸۔ میں اس بات کے حق میں ہوں کہ ناگری رسم خط کو پھیلایا جائے۔ میں اس بات کو بھی بُرا نہیں سمجھتا کہ ہندی میں ایک حد تک مناسب سنسکرت الفاظ ضم کیے جائیں۔ سمترانندن پنڈت نے ایک بار مجھے بتایا کہ ان کی شاعری کسی زندہ زبان کی شاعری نہیں معلوم ہوتی۔ لیکن وہ مستقبل کی ہندی کے لیے کھاد کا کام کرے گی۔ لیکن وہ یہ بھول گئے کہ زیادہ کھاد تو زرخیز بنانے کے بجائے فصل کو جلا دیتی ہے۔

میں نے اپنا ما فی الضمیر بیان کر دیا ہے۔ آپ جی بھر کر مجھ کو ہندی دشمن کہہ لیں۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ حالات کا آخری فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ اور ایک وقت آئے گا جب میں ہندی کا سب سے بڑا حامی سمجھا جاؤں گا۔